علمی تحقیق

بوقتِ نکاح ورخصتی سیدہ عائشہ رضؓ کی عمرِ مبارک کی تحقیق

مولانا محمد معاویہ سعدی استاذ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

اِس مسئلہ پر اہلِ مغرب اور مستشرقین سے مرعوب اَفراد اور طبقات کی طرف سے اِعتراضات کا سلسلہ ایک مدت سے جاری ہے، آج سے تقریباً بائیس سال قبل اِس سے متعلق ایک کتابچہ بھی نظر سے گذرا تھا، بعد میں بھی مختلف احباب کے زبانی استفسارات کی مناسبت سے اِس طرف معمولی توجہ ہوتی رہی، کبھی باقاعدہ بحث وتمحیص کی نوبت نہیں آسکی تھی، ابھی کچھ عرصہ قبل بعض حضرات نے اِس موضوع سے متعلق ایک صاحب کا مضمون تبصرہ کی فرمائش کے ساتھ اِرسال فرمایا، حسبِ فرمائش مرسلہ مضمون بغور پڑھا، اس میں ''صحیحین'' کی مشہور حدیثِ عائشہؓ پر جو روایتی ودرایتی اعتراضات کیے گئے ہیں، آئندہ سطور میں اُن ہی اعتراضات کے علمی وتحقیقی جوابات مختصر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے (تفصیل ایک مستقل رسالہ میں پیش کردی گئی ہے)، اللہ تعالیٰ اِس ادنیٰ کاوش کو دافعِ فتن، رافعِ شکوک وشبہات اور نافعِ خلقِ خدا بنائیں۔

حدیثِ عائشہؓ: بخاری (۵۱۳۴) ومسلم (۱۴۲۲) اور حدیث کی دیگر مشہور کتابوں میں، اِسی طرح تاریخ وسیَر کی تمام ہی قابلِ ذکر کتابوں میں، مختلف طرق اور اسانید سے حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنتُ سِتِّ سِنِيْنَ، وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ.

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے نکاح فرمایا جب کہ وہ چھ سال کی تھیں، اور اُن سے ملاقات فرمائی جب کہ وہ نو برس کی تھیں)۔

بعض طرق میں ''بنت ست سنین'' کے بجائے ''بنت سبع سنین'' وارد ہوا ہے۔

معترضین کی طرف سے اِس حدیث پر روایتی ودرایتی دونوں پہلوؤں سے اعتراضات کیے گئے ہیں، اولاً روایتی پہلو سے کیے گئے اعتراضات کا خلاصہ مع جوابات پیش کیا جاتا ہے۔

روایتی پہلو سے کیے گئے اعتراضات اور اُن کے جوابات:

اِعتراض (۱): ''یہ روایت پانچ سلسلوں سے مروی ہے، اور ہر ایک سلسلہ: ''هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة'' پر ختم ہوجاتا ہے، یعنی ہشام ہی تنہا اس روایت کو بیان کرنے والے ہیں''۔

جواب: یہ اعتراض حد درجہ کوتاہ نظری پر مبنی ہے، اس لیے کہ:

آ: یہ روایت ''ہشام'' سے پانچ کے بجائے دس سے زائد سلسلوں سے مروی ہے۔

چنانچہ خاص اِس مضمون کو بخاری میں ''ہشام'' سے روایت کرنے والے چار راوی ہیں: علی بن مسہر (۳۸۹۴)، ابو اسامہ (۳۸۹۶)، سفیان ثوری (۵۱۳۳)، وہیب بن خالد (۵۱۳۴)۔

مسلم (۱۴۲۲) میں دو راوِی: ابو معاویہ اور عبدۃ بن سلیمان کا اضافہ ہے۔

اس کے علاوہ سننِ ابو داود (۴۹۳۳) میں ساتویں راوی: حماد بن زید، سننِ نسائی (۳۲۵۶) میں آٹھویں راوی: جعفر بن سلیمان ہیں۔

اور یہ تفصیلات تو کتبِ ستہ کے دائرے کی ہیں، ورنہ اگر یہ دائرہ وسیع کیا جائے تو مذکورہ بالا رُوات کے علاوہ: مسند الشافعی (۸۹) و (۷۰۲) میں سفیان بن عیینۃ کی روایت ہے، مسند احمد میں عبد الرحمن ابن ابی الزناد (۲۴۸۶۷) اور حماد بن سلمہ (۲۶۳۹۷) کی روایت ہے، پھر مستدرک حاکم، طبرانی اور دیگر کتبِ حدیث کی مراجعت سے اِس تعداد میں مزید اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

اعتراض (۲): ''عروۃ بن الزبیر'' سے اس حدیث کو روایت کرنے والے تنہا ہشام ہیں، اُن کا کوئی متابع نہیں۔

جواب: ''عروہ'' سے روایت کرنے والوں میں ''ہشام'' کے علاوہ زُہری کی روایت تو خود صحیح مسلم (۱۴۲۲) ہی میں موجود ہے، ممکن ہے کہ ان کے علاوہ کوئی اور بھی متابع ہو۔

اعتراض (۳): ''اِس حدیث کی سیدہ عائشہؓ سے بس یہی ایک سند ہے''۔

جواب: یہ اعتراض بھی کوتاہ نظری پر مبنی ہے، حضرت عائشہؓ سے اس قصے کو روایت کرنے والے راویوں کی تعداد آٹھ کے قریب ہے، جن میں سے اَسود کی روایت ''صحیح مسلم'' (۱۴۲۲) میں، ابو عُبیدہ اور ابو سلمہ کی روایت ''سنن نسائی'' (۳۲۵۷) میں، یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب کی روایت ''سنن ابی داود'' (۴۹۳۷) میں، ابن اَبی ملیکہ کی روایت ''مسند'' اِسحاق بن راہویہ (۱۷۸۴) میں، قاسم بن محمد کی روایت ''الآحاد والمثانی'' (۳۰۰۷) میں، عبد

الملک بن عمیر کی روایت ''معجم الکبیر'' للطبرانی (ج:۲۳، رقم:۷۴) میں موجود ہے، ایک اور طریق ''الآحاد والمثانی'' (۳۰۳۶)، و''مصنف ابن أبی شیبۃ'' (۳۲۲۷۸) وغیرہ میں ہے، اُس میں فی الجملہ جہالت پائی جاتی ہے۔

سرسری نظر سے ''ہشام بن عروہ'' کی متابعتِ قاصرہ کے طور پر روایت کے یہ طرق جمع ہو گئے، مزید تتبع سے اس میں اضافہ مستبعد نہیں۔

پھر ''سنن'' نسائی (۵۳۵۰) اور ابن ماجہ (۱۸۷۷) میں عن إسرائیل، عن أبي إسحاق، عن أبي عبیدۃ، عن عبد اللہ بن مسعود کے طریق سے اس کا شاہد بھی موجود ہے۔

اِس طریق کو اگرچہ نسائی نے مرجوح اور معلول قرار دیا ہے، اور بظاہر ان کی رائے قوی بھی ہے، مگر یہاں طبرانی کی ''معجم کبیر'' (۱۰۲۷۹) میں شریک کی طرف سے اِسرائیل کی متابعت پائے جانے کی وجہ سے امام نسائی سے اِختلاف کی گنجائش بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

بہر کیف! اتنے کثیر طرق اور اسانید کے ہوتے ہوئے جہاں ایک طرف دعویٔ تفرد باطل ہو جاتا ہے، وہیں دوسری طرف روایتی لحاظ سے حضرت عائشہؓ سے اس کے ثبوت میں کوئی تردد اور احتمال بھی باقی نہیں رہ جاتا، بلکہ کسی صحابی سے حدیث کے اتنے طرق کے ہوتے ہوئے حنفیہ کی اصطلاح کے اعتبار سے روایت ''شہرت'' کے مرتبے کو پہنچ جاتی ہے، جس کا منکر ''ضال'' اور گمراہ قرار پاتا ہے۔

اعتراض (۴): ''ہشام بن عروہ کو آخر عمر میں اختلاط اور نسیان کا مرض لاحق ہو گیا تھا، اور یہ روایت اُن کی آخری عمر کی ہے''۔

جواب: یہ بات درست ہے کہ آخر عمر میں اُن کو کچھ بھول ہونے لگی تھی، مگر اولاً تو محدثین نے اُس کو معمولی نسیان قرار دیا ہے، اصطلاحی ''اختلاط'' نہیں مانا ہے۔ ثانیاً زیرِ بحث حدیث کو اُن سے روایت کرنے والے اکثر رُواۃ بھول کے زمانے سے پہلے کے ہیں، اِس لیے یہ خدشہ بھی جاتا رہا، نیز گذشتہ تفصیلات کے بعد اُن سے متعلق کسی بھی قسم کی جرح کی بھی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی، کیوں کہ اگر ہشام کے طریق سے یہ روایت نہ بھی ثابت ہوتی، جب بھی اُن کے علاوہ آٹھ کے قریب رُواۃ اس کو سیدہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں، جس سے روایت کے اندر اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ اُس کو بلا تامل ''صحیح'' کہا جا سکتا ہے۔

پھر ہشام بن عروہ سے متعلق یہ بحث، صرف تکملۃً للموضوع اضافی طور پر کی گئی ہے، ورنہ ہشام کی انفرادی حیثیت سے حدیث کی مجموعی حیثیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ دوسرے طرق اور شواہد

کے ساتھ اپنی جگہ بہر حال بالکل صحیح اور بے غبار ہے۔

درایتی پہلو سے کیے گئے اعتراضات اور اُن کے جوابات:

اعتراض (۱): ’’بخاری ہی میں روایت موجود ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ: ’’میں نے جب سے ہوش سنبھالا (سوچنے سمجھنے کے لائق ہوئی) اپنے والدین کو دینِ اسلام پر قائم پایا، اور کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر صبح وشام تشریف نہ لاتے ہوں، اور جب مسلمانوں کے خلاف ایذا رسانی بڑھ گئی ابو بکر حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے‘‘۔

جواب: حضرت ابو بکرؓ کی یہ ہجرت نبوت کے پانچویں سال میں کی جانے والی وہ مشہور ہجرتِ حبشہ نہیں تھی جس میں اسّی کے قریب صحابہؓ نے ہجرت فرمائی تھی، بلکہ خود بخاری (۲۲۹۸) کی اسی روایت کے مطابق قصہ یہ ہوا تھا کہ ہجرتِ مدینہ سے چند ماہ قبل آپؓ اپنے طور پر حبشہ کے لیے نکلے تھے، پھر ابن الدَّغِنہ نامی شخص کے اصرار پر برک الغماد نامی بستی سے واپس آ گئے تھے، اور پھر اُسی کے آس پاس کے زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرتِ مدینہ کی خوش خبری سنائی، اور حضرت ابو بکرؓ کو تیاری کا حکم فرمایا۔

اعتراض (۲): ’’جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا، حضرت خولہ بنت حکیمؓ تشریف لائیں، اور نکاح کے لیے عائشہؓ کا تذکرہ کیا، یہاں غور کرنے کا مقام ہے کہ حضرت خولہؓ نے حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد آپ کی تنہائی دور کرنے، گھر سنبھالنے، اور زندگی کی تگ ودَو میں ہاتھ بٹانے کی غرض سے حضرت عائشہ کی تجویز پیش کی تھی، جس کا مقصد واضح طور پر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ نکاح کے بعد فوری طور پر گھر بسا لیں، نہ کہ نکاح تو ابھی کر لیں، لیکن چونکہ وہ بچی ونابالغ ہیں اس لیے رخصتی کے لیے ان کے بالغ ہونے کا انتظار کرنا ہوگا‘‘۔

جواب: مسند احمد (۲۵۷۶۹) کے حوالے سے حضرت خولہؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا جا رہا ہے، وہ دراَصل حضرت عائشہؓ ہی کے طریق سے ہے، اُس میں راوی نے خود صراحت کر رکھی ہے کہ جس وقت پیغامِ نکاح آیا تھا عائشہؓ کی عمر چھ برس کی تھی: **فدَعَتْه، فزوَّجها إياه، وعائشة يومئذ بنت ست سنين**۔ پھر اِسی روایت کے آخر میں حضرت عائشہؓ خود فرماتی ہیں کہ جس وقت میری رخصتی ہوئی ہے اُس وقت میری عمر نو برس تھی: **فخرَجوا وبَنى بي رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم في بيتنا... وأنا يومئذ بنت تسع سنين**۔

تو ایسی صراحت کے ہوتے ہوئے کسی قسم کے قیاس اور تخمینے کا موقع ہی نہیں رہ جاتا۔

اعتراض (۳): ''اِمام احمد ہی کی روایت ہے کہ خولہ بنت حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغامِ نکاح حضرت عائشہ کی ماں اُمِّ رُومان رضی اللہ عنہا کو دیا، تو انھوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا : کاش کہ ایسا ہو! لیکن ان کی بات مطعم بن عدی کے بیٹے جبیر بن مطعم کے ساتھ چل رہی ہے، ابوبکر نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے، اور ابوبکر کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے، لہٰذا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے انتظار کرنے کے لیے کہا، اور مطعم ابن عدی کے پاس گئے اور ان سے عائشہ کے لیے دیے ہوئے رشتے کے سلسلے میں بات کی (وہ لوگ مشرک تھے ہی اور ابوبکر کے اِیمان لانے سے خوش نہ تھے)، مطعم کی بیوی نے یہ کہتے ہوئے اِنکار کر دیا کہ: **مجھے خوف ہے کہ عائشہ میرے بیٹے کو اپنے دین سے پھیر دیں گی**''۔

مطعم بن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغامِ نکاح کب دیا ہوگا؟ ظاہر ہے کہ اِسلام کے ابتدائی دور میں جب معاشرے میں اِسلام کی دعوت کو لے کر کشیدگی نہ تھی۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ ہجرت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶ سال تھی تو جبیر بن مطعم کے ساتھ پیغام نکاح کی بات گویا اس وقت کی گئی تھی جب ان کی عمر ۶ سال سے بھی کم تھی؟ یہ تصور ہی مشکل ہے کہ اگر جبیر بن مطعم کے ساتھ نکاح ہو جاتا تو کیا حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کم عمری میں رخصت کرالی جاتیں؟ اور ان میں اتنی سوجھ بوجھ، عقل وفہم تھی کہ اپنے ہونے والے شوہر کا دین بدل سکیں؟ کیونکہ اسی خدشے کو منگنی ختم کرنے کا سبب بنایا گیا''۔

جواب : یہ روایت بھی مسند احمد کی گذشتہ روایت ہی کا ایک جزء ہے، لہٰذا اِس میں بھی عمر کی تعیین کی وہ صراحت موجود ہے، جس کے ہوتے ہوئے آگے کے تحلیل وتجزیہ کا موقع ہی ختم ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اس میں دین بدلوانے کی جو بات کہی گئی ہے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے، نہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں: **فقالت: یا ابنَ أبي قُحافة! لعلك مُصبِئ صاحِبنا، مُدخِلُه في دِينك الذي أنتَ عليه، إن تَزوَّجَ إليك** (مطعم بن عدی کی زوجہ بولی: ابوقحافہ کے بیٹے! اگر یہ رشتہ ہو جاتا ہے تو اندیشہ ہے کہ تم ہمارے بیٹے کا بھی دین بدلوا کر اُس کو اپنے اُس دین میں داخل کر دو گے جس پر تم خود ہو)۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ یہاں عائشہ رضی اللہ عنہا کا جبیر سے صرف رشتہ ہوا تھا، شادی کی ابھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی، اور یہ تو آج بھی ہوتا ہے کہ بہت مرتبہ آپسی رشتہ داروں کے ہاں، کسی مصلحت یا مناسبت سے رشتے بالکل بچپن میں کر دیئے جاتے ہیں، غالباً حافظ ابن عبد البرؒ نے اپنے قول: **کانت تُذکَر لِجبیر ابن مُطعِم وتُسمَّی له** (الاستیعاب ۴: ۱۸۸۱) میں اِسی نکتے کی طرف اِشارہ کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اعتراض (۴): ''بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی {بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ} [القمر:۴۶] اس وقت میں جاریہ تھی، کھیل کود میں رہتی تھی۔

یہ آیت سورۂ قمر کی ہے، جو نبوت کے پانچ سال بعد نازل ہوئی۔

''جاریہ'' عربی میں ٦ سے ۱۳ سال، یعنی بلوغ سے قبل عمر کی لڑکی کو کہتے ہیں، حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ یہ آیت جب نازل ہوئی میں جاریہ تھی، یعنی سوجھ بوجھ والی عمر تھی، اور نازل ہونے والی آیت کا مفہوم ومطلب سمجھتی تھی، یعنی ان کی عمر کم از کم ٦ / ۷ سال تھی۔اس طرح نکاح کے وقت ان کی عمر تقریباً ۱۳ / ۱۴ سال، اور رخصتی کے وقت کم از کم ۱٦ سال ہوئی''۔

جواب: آیتِ مذکورہ کا نزول تو یقیناً مکہ مکرمہ میں ہجرت سے قبل ہوا ہے، مگر ہجرت سے کتنے سال قبل ہوا ہے؛ اس کی کوئی صحیح دلیل سند کے ساتھ احقر کو نہیں ملی۔

پھر ''جاریہ'' کے لفظ کے بارے میں جو تعیین کی گئی ہے کہ وہ ''٦ سے ۱۳ سال، یعنی بلوغ سے قبل عمر کی لڑکی کو کہتے ہیں''تحقیقی لحاظ سے یہ انتہائی کمزور (بلکہ کہنا چاہیے کہ بے بنیاد) دعویٰ ہے، کیوں کہ ''صحیحین'' (بخاری ومسلم) میں، شادی کے کافی بعد کی بھی تین ایسی حدیثیں ملتی ہیں جن میں حضرت عائشہؓ نے خود پر ''جارية حديثة السن'' (نوعمر لڑکی) کا اِطلاق کیا ہے:

۱- بخاری (۵۲۳٦) ومسلم (۸۹۲) کی روایت ہے، حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حبشہ سے آئے ہوئے کچھ لوگ مسجدِ نبوی میں نیزہ بازی کا کرتب دکھا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس ملاحظہ فرما رہے تھے، آپ کی آڑ میں مَیں بھی کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھیں، آپ میری وجہ سے دیر تک کھڑے رہے، پھر جب میرا دل بھر گیا، جب آپ ہٹے۔آخر میں فرماتی ہیں: کہ ذرا میری جیسی کم عمر لڑکی کا کھیل کا شوق تو دیکھو! فاقدروا اقدر الجارية الحديثة السن، الحريصة على اللهو رخصتی کے بعد کا یہ قصہ ہے، اُس وقت بھی خود کو ''جاریہ'' کہہ رہی ہیں، وہ بھی ''کم سن''!

۲- قصۂ اِفک میں ہے کہ جب میں ہار کی تلاش میں پیچھے رہ گئی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام نے میرا (خالی) ہودج اٹھایا تھا تو میری کم عمری، اور کم وزنی کی وجہ سے اُن کو اندازہ ہی نہیں ہوا کہ اِس میں کوئی ہے، یا نہیں؟ فلم يستنكر القوم خفة الهودج حين رفعوه، وكنت جارية حديثة السن، فبعثوا الجمل وساروا (بخاری: ۲٦٦۱، ۴۷۵۰، ومسلم: ۲۷۷۰)۔ سنہ ۵ / ہجری کے آس پاس کا واقعہ ہے، اور حضرت عائشہؓ ابھی تک ''جاریہ'' ہی ہیں!

۳-حجۃ الوداع کے سفر کے قصے میں مسلم (۱۲۱۱) کی روایت میں ہے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اپنے بھائی عبد الرحمن کے ساتھ عمرۂ تنعیم کے لیے جاتے ہوئے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں اپنے بچپنے کی وجہ سے اونٹ پر بیٹھی اِس طرح اونگھ رہی تھی کہ بار بار میری پیشانی کجاوہ سے ٹکرا جا رہی تھی :**فإني لأذكر، وأنا جارية حديثة السن، أنعس فيصيب وجهي مؤخرة الرحل، حتى جئنا إلى التنعيم**۔

لفظِ ''جاریہ'' کے اِن تینوں مواقعِ استعمال سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ اُس کے اِستعمال کو ۶ سے ۱۳ سال تک کے لیے محدود کرنا؛ کوئی قوی قول نہیں ہے، وہیں یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت عائشہؓ، شادی کے وقت انتہائی کم عمر تھیں، جبھی تو حجۃ الوداع جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے صرف تین ماہ قبل ہوا ہے، اُس وقت تک بھی آپ ''جاریۃ'' ہی رہیں، وہ بھی ''حدیثۃ السن'' (نو عمر)!۔

معترضین کے دعوی کے اعتبار سے تو حجۃ الوداع (سنہ ۱۰ھ) تک سیدہ عائشہؓ کی عمر ۲۷ سال کے قریب ہونی چاہیے، اور ایسے میں ''جاریۃ'' کا اِطلاق، اور وہ بھی ''حدیثۃ السن'' کی قید کے ساتھ، خود ہی غور کرنا چاہیے کہ اِس کی کیا حیثیت بنتی ہے؟!۔

> **اعتراض (۵)**: ''تاریخی مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ اپنی بہن اسماء بنت ابی بکرؓ سے دس سال چھوٹی تھیں، حجاج بن یوسف کے ہاتھوں اپنے بیٹے عبد اللہ بن الزبیرؓ کے قتل کے بعد ان کا انتقال سنہ ۷۳ ہجری میں ہوا، اور ان کی عمر اُس وقت سو سال کی تھی''۔

جواب: حضرتِ اسماء کی عمر تو مسلَّم ہے کہ ہجرت کے وقت ۲۷ برس تھی، مگر وہ حضرت عائشہؓ سے دس ہی سال بڑی تھیں، یہ ایک روایت ہے، دوسرا قول علامہ ذہبی کا ہے: **وكانت أسنَّ مِن عائشةَ بِبضعَ عشرة سنةً** (سیر أعلام النبلاء ۲/۲۲۸)۔ کہ اسماءؓ، عائشہؓ سے دس سال سے زیادہ بڑی تھیں، اور یہ معلوم ہے کہ ''بضع'' کے لفظ کا اِطلاق تین سے (یا ایک سے) نو تک کے عدد پر ہوجاتا ہے۔ ایسی صورت میں دونوں کی عمروں کا یہ تفاوت ۱۸/۱۹ سال کا بھی ہوسکتا ہے، اور اسی سے تمام روایات میں تطبیق بھی ہوجاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

> **اعتراض (۶)**: ''ابن عبد البر کے مطابق بھی حضرت اسماءؓ، حضرت عائشہؓ سے دس سال بڑی تھیں''۔

جواب: یہاں دو مسئلے الگ الگ ہیں: ایک حضرت اسماء اور حضرت عائشہ کی عمروں کا تفاوت۔ دوسرے بوقتِ نکاح و رخصتی حضرت عائشہ کی عمر۔

تو پہلے مسئلے سے متعلق ابن عبد البر نے اپنے قول کے بجائے، ابن ابی الزناد کی بات نقل کی ہے، وہ

بھی جزم کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ بعشر سنین أو نحوها (دس کے آس پاس) کے الفاظ کے ساتھ۔

دوسرے مسئلے کے بارے میں ابن عبد البر خود اپنی ذمہ داری پر بات کہہ رہے ہیں، وہ بھی اِس یقین اور خود اعتمادی کے لہجے میں: ''... ہجرت سے تین سال قبل نکاح فرمایا؛ جب کہ عائشہؓ کی عمر چھ، یا سات سال تھی، اور رخصتی مدینہ منورہ میں ۹ سال کی عمر میں ہوئی، اِس میں مجھے نہیں معلوم کہ کسی کا اِختلاف ہے'': لاأعلمهم اختلفوا في ذلك۔

پھر یہاں عائشہؓ خود اپنے بارے میں یقین کے ساتھ بتا رہی ہیں کہ میں نکاح کے وقت ۶ سال کی تھی، اِس میں تو تردد کیا جا رہا ہے! اور وہاں ابن ابی الزنادؒ: اسماءؓ اور عائشہؓ کی عمروں کا موازنہ کر رہے ہیں، وہ بھی اندازے سے، پھر بھی ان کے قول سے عائشہؓ کی اطلاع کو مشکوک کرنے کی کوشش؛ یہ سراسر ناانصافی ہے۔

اعتراض (۷): ''طبری پورے یقین کے ساتھ اپنی کتاب ''تاریخ الأمم'' میں لکھتے ہیں کہ اَبوبکر کی ساری اولاد دورِ جاہلیت میں یعنی اِسلام سے قبل پیدا ہوئی''۔

جواب: یہ غلط فہمی طبری کی عبارت کے نا سمجھنے سے پیدا ہوئی ہے، ''تاریخ الطبری'' (۳/ ۴۲۵) میں موجود عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

''ابوبکر نے جاہلیت کے زمانے میں قتیلہ بنت عبد العزی سے شادی کی، اُن سے عبد اللہ اور اسماء پیدا ہوئے، پھر دورِ جاہلیت ہی میں ام رومان بنت عامر سے نکاح فرمایا، جن سے عبد الرحمن اور عائشہ پیدا ہوئے، حاصل یہ کہ آپ کی یہ چاروں اولاد اُنہی دو بیویوں سے ہے جن دونوں کا تذکرہ ہم نے جاہلیت کے زمانے کی شادی کے ذیل میں کیا ہے، پھر اسلام کے زمانے میں آپ نے اسماء بنت عُمیس — جعفر طیار کی بیوہ — سے نکاح کیا.....''۔

اِس عبارت میں اولادِ ابوبکر سے کوئی بحث نہیں کی گئی ہے کہ وہ کب پیدا ہوئی؟ جاہلیت میں، یا اِسلام میں؟ بلکہ اَزواجِ ابوبکر سے بحث کی گئی ہے کہ کن سے آپ نے نکاح اسلام سے پہلے کیا، اور کن سے بعد میں۔

اعتراض (۸): ''ابن حجر کے بقول حضرت فاطمہؓ حضرت عائشہؓ سے ۵ سال بڑی تھیں، حضرت فاطمہؓ کی پیدائش ۵ سال قبلِ بعثت، تعمیرِ کعبہ کے وقت ہوئی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی''۔

جواب: یہاں بھی حافظ ابن حجرؒ کی پوری عبارت کا ترجمہ یہ ہے: ”سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی سالِ پیدائش میں اختلاف ہے، واقدی نے محمدِ باقر کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ فاطمہ کی پیدائش اُس زمانے میں ہوئی جب کہ کعبہ کی تعمیر چل رہی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف پینتیس برس تھی، ابن المدینی نے اِسی قول کو اختیار فرمایا ہے، اور ابن عبد البر نے عبید اللہ ہاشمی سے نقل کیا ہے کہ سیدہ زہراءؓ کی پیدائش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے اکتالیسویں سال میں ہوئی“۔

حافظ صاحبؒ بطور فیصلہ کے فرماتے ہیں کہ ”اُن کی ولادت بعثتِ نبوی سے کچھ پہلے ہوئی ہے: سال بھر، یا کچھ زیادہ، اور آپؓ، حضرت عائشہؓ سے پانچ برس بڑی تھیں“۔

یہ ہے ابن حجر کی پوری عبارت، اور آخر میں اُن کی فیصلہ کن رائے، جو بظاہر کسی تشریح اور وضاحت کی محتاج نہیں۔

اعتراض (۹): ”غزوۂ بدر میں عبد اللہ بن عمرؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کر دیا تھا، کیونکہ وہ کم عمر ۱۴ سال کے تھے، اسی طرح آپ نے غزوۂ اُحد میں کئی نوجوان صحابۂ کرام مثلاً سمرہ بن جندبؓ، زید بن ثابتؓ، اُسامہ بن زیدؓ وغیرہ کو واپس کر دیا تھا کہ وہ کم عمر تھے، غزوات میں شرکت کے لیے لڑکوں کے لیے کم از کم پندرہ سال متعین تھی۔

اِس صورت میں لڑکیوں کو اور وہ بھی ۱۵ سال سے کم ہوں، قطعاً اجازت نہیں مل سکتی تھی، جب کہ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ غزوۂ اُحد میں شامل تھیں، اور حضرت اُم سُلیمؓ کے ساتھ مل کر مشکیزوں میں پانی بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پلاتی تھیں“۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ غزوات میں لڑکوں کی شرکت تو ضرب وحرب کے لئے ہوتی تھی، اس لئے وہاں تو بلوغ کی شرط واضح ہے، مگر عورتوں اور لڑکیوں کی شرکت زخمیوں اور بیماروں کی دیکھ بھال، کھانا پکانے اور پانی پلانے جیسے امور کے لئے ہوتی تھی اس لئے اس میں اصل چیز مستعدی اور اہلیت ہے نہ کہ بلوغ اور عمر۔

اور اصل جواب یہ ہے کہ یہ بات مسلّمات میں سے ہے کہ بلوغ کا مدار اصلاً و دیانتاً بلوغ کا مدار عمر پر نہیں ہے، بلکہ مخصوص علامات کے ظہور پر ہے، جب کوئی اور خارجی علامت نہ پائی جائے صرف اُس وقت قضاءً عمر کو قانونی معیار بنایا گیا ہے۔

اِس لیے اگر کسی اور علامت کے ذریعے بلوغ متحقق ہو جائے تو پندرہ سال سے کم عمری میں بھی

شریعت بالغ ہونا تسلیم کرلیتی ہے، اور یہ دین کا ایسا مشہور مسئلہ ہے جس کا علم ہر مسلمان کو ہونا چاہیے۔

اِس لیے اگر حضرت عائشہؓ کے بارے میں بلوغ کا یقین کسی اور علامت کے ذریعے ہو گیا ہو، تو اس میں کیا اِستبعاد ہے؟

ڈاکٹر و حکیم ہری چند ملتانی (گولڈ میڈلسٹ) لکھتے ہیں: ''آرام و آسائش کے ماحول میں پرورش پانے والی لڑکیاں غریب گھروں کی لڑکیوں کی نسبت جلدی جوان ہوجاتی ہیں، ہندوستان جیسے گرم ملک میں لڑکیاں گیارہ سال کی عمر میں ہی جوان لگتی ہیں، لیکن ٹھنڈے دیش کی لڑکیاں سولہ سترہ سال کی عمر میں جوان ہوتی ہیں، اِس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ لڑکی کا جوان ہونا مقامی رہن سہن، آب وہوا، اور کاروبار، جسمانی حالت، آرام طلبی، سخت محنت وغیرہ کئی باتوں پر منحصر ہے''۔ (تاج الحکمت ص ۳۳۴)۔

انٹرنیٹ پر محکمۂ صحت کی طرف سے دی گئی معلومات کے تحت درج ہے:

> ''لڑکیوں میں لڑکوں کے مقابلے میں (بلوغت کے) اِس عمل کا آغاز جلد ہوتا ہے، اور یہ ۸ سال سے ۱۱ سال کی عمر میں ہوسکتا ہے''۔

آج کے دور میں کچھ ایسے اسباب اور دواعی پائے جاتے ہیں کہ لڑکیاں اور جلدی بالغ ہونے لگی ہیں، بی بی سی کی رپورٹ ہے:

> ''ترقی یافتہ ممالک میں بچوں کی سن بلوغت کو پہنچنے کی عمر کم سے کم ہو رہی ہے، اور بعض لڑکیاں سات سال کی عمر میں بھی بالغ ہو رہی ہیں......، ۱۹۹۰ء میں لڑکیوں میں بلوغت کی ابتدائی علامات آٹھ سال کی عمر میں پیدا ہونا شروع ہوتی تھیں، اور یہ عمل دو سال میں مکمل ہوتا تھا، اَب ماہرین کے مطابق کچھ لڑکیاں سات سال کی عمر میں بالغ ہوجاتی ہیں'' اھ۔

> **اعتراض (۱۰):** ''حضرت عائشہؓ کے علاوہ اور کوئی نظیر کیوں نہیں ملتی، جن کی شادیاں اور رخصتی ۹ سال کی عمر میں ہوگئی ہوں''۔

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قول، فعل، یا حال کے ثبوت کے لیے تو صرف دو شرطیں ہیں: صحتِ سند، اور اُس منقول اَمر کا ثابت شدہ شرعی اصول، اور مسلَّمہ عقلی اصول کے خلاف نہ ہونا۔

باقی کسی کی عقل میں نہ آنا، یا اُس کی نظیر نہ ملنا، یہ ہرگز مستلزمِ انکار، یا موجبِ رد نہیں ہوسکتا، کیوں کہ پھر تو یہ اپنی عقل پر، یا اُس نظیر پر ایمان ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہاں ہوا؟۔

اِس کے باجود ہم یہاں تبرعاً چند نظائر کی طرف بھی اشارہ کیے دیتے ہیں:

قرآنِ کریم میں سورۂ طلاق کی آیت نمبر (۴) میں تین طرح کی عورتوں کی عدت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے: آئسہ، نابالغہ، اور حاملہ۔ اِس آیت میں واضح طور پر نابالغ بچی سے بھی نکاح کے جواز کی طرف اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ فقہاء نے اِس آیت کے تحت لڑکیوں میں بلوغ کے معیار پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے، امام محمدؒ نے اپنی ''کتاب الأصل'' میں اِس پر باب قائم فرمایا ہے: ''باب نکاح الصغیر والصغیرۃ''، اس کی شرح میں امام سرخسیؒ نے صغیرہ سے نکاح کے متعدد آثار و واقعات ذکر فرمائے ہیں (المبسوط ۴/ ۲۲۲)۔

اِسی طرح امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ''باب بلوغ الصبیان'' کا باب منعقد فرمایا، اور اُس کے تحت مشہور فقیہ حسن بن صالح الہمدانی الکوفیؒ سے نقل کیا ہے کہ میری ایک پڑوسن تھی جو اکیس سال کی عمر میں ''جدہ'' (نانی) بن گئی تھی۔ اس کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ نے امامِ شافعیؒ سے بھی اسی طرح کا مشاہدہ نقل فرمایا ہے۔ بلکہ سیدنا حضرت عمرؓ نے نواسئ رسول ام کلثوم بنت علیؓ سے اُس وقت نکاح فرمایا جب کہ ایک روایت کے مطابق وہ صرف ۶/ سال کی تھیں، اور ابن سعد کی روایت میں ہے: وھی جاریۃ لم تبلغ (طبقات ابن سعد ۸/ ۴۶۵)۔

خود بناتِ طیبات میں سے حضرت رقیہؓ اپنے بھائی بہنوں میں چوتھے یا پانچویں نمبر پر تھیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کی پیدائش بعثتِ نبوی سے زیادہ سے زیادہ سات آٹھ سال قبل ہوئی ہوگی، اور وہ نبوت کے پانچویں سال اپنے شوہر حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہجرت میں ساتھ تھیں، جس وقت کہ اُن کی عمر ۱۲ / ۱۳ سال کے قریب رہی ہوگی؛ درانحالیکہ اس سے پہلے وہ عُتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں بھی رہ چکی تھیں؛ اگرچہ رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

اعتراض (۱۱): ''حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ اور حضرت فاطمہؓ بنت الرسول کی شادیاں ۱۸ سال کے بعد ہی ہوئیں''۔

جواب: ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ: ''سیدہ فاطمہؓ کی حضرت علیؓ سے شادی کے وقت: سیدہؓ کی عمر ساڑھے پندرہ برس تھی، اور حضرت علیؓ کی عمر ساڑھے اکیس برس''۔ اور یہی بات حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک بھی راجح ہے۔

بوقتِ رخصتی سیدہ عائشہؓ کی کم عمری کے واضح قرائن:

یہ سب گفتگو تو حضرتِ عائشہؓ کی شادی سے متعلق ایک خاص حدیث کے تناظر میں تھی، ورنہ اگر

نظر میں وسعت پیدا کر کے اِستفادہ کا دائرہ وسیع کرلیا جائے تو اس کی تائید دیگر بہت سی احادیث وروایات سے بھی ہوتی ہے:

۱– چنانچہ ہشام بن عروۃ، عن ابیہ، عن عائشہؓ کی اِسی زیرِ بحث حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: جس وقت میری رخصتی کی تیاری ہورہی تھی میں سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی (بخاری ومسلم)۔

۲– بخاری (۶۱۳۰) کی روایت میں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیا کھیلتی تھی، آپ جب تشریف لاتے تو سہیلیاں پردے میں ہوجاتیں، تو آپ واپس ہوکر پھر اُن کو میرے پاس بلادیتے۔

۳– ابوداود (۴۹۳۲) کی روایت میں ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو حضرت عائشہؓ کی گڑیوں پر نظر پڑی، اُس میں ایک پردار گھوڑے کی صورت بھی تھی، آپ نے دریافت فرمایا: یہ کیا؟! کہیں گھوڑوں کے بھی پر ہوتے ہیں؟! کہنے لگیں کہ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کے پر نہیں تھے؟ اِس پر آپ کو ہنسی آگئی۔

۴– ابوداود (۲۵۷۸) ومسند احمد (۲۶۳۲۰) کی روایت ہے: عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ذرا آگے کردیا، پھر مجھ سے فرمایا کہ آؤ! دوڑ کا مقابلہ کرتے ہیں، اُس وقت میں کم عمر اور ہلکی پھلکی تھی: **وأنا جارية لم أحمل اللحم، ولم أبدُن**، تو میں مقابلہ جیت گئی، پھر ایک مدت بعد جب میں بھاری بدن کی ہوگئی تھی، اُس وقت اسی طرح پھر آپ نے مسابقہ کی دعوت دی، میں بے خیالی میں تھی، مقابلہ ہوا، اور میں ہار گئی، آپ نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا: ”**هذه بتلك**“ (آج کی یہ فتح اُس شکست کا بدلہ ہوگئی!)۔

اِن روایات سے بھی سیدہ عائشہؓ کی عمر کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شادی کے بعد بھی کتنا بچپنا تھا!۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب۔

إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت، وما توفيقي إلا بالله، عليه توكلت، وإليه أنيب، وصلى الله وبارك وسلم على سيدنا محمد وآله وصحبه أجمعين، والحمد لله رب العالمين.